چوتھا ہفتہ (نصاب)

(مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت، اقامت دین)

مطالعۂ سیرت کی ضرورت واہمیت

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ نہایت ضروری اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور باقی تمام انسانیت کے لئے بالعموم مفید ہے، تمام انبیاء ورسل میں سے صرف واحد آپ ﷺ کی ایک ایسی شخصیت ہے جس کی سوانح حیات اور سیرت طیبہ آج کم وبیش ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود محفوظ ترین ہے اور پھر اس کا مطالعہ معلومات میں اضافے کا باعث ہی نہیں بنتا بلکہ مسلمانوں کے لئے باعث برکت ورحمت اور ثواب کا ذریعہ بھی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کا مطالعہ محض ایک جذباتی مسئلہ نہیں بلکہ انسانیت کی ضرورت ہے، اس بات کا ثبوت حسب ذیل نکات سے بخوبی ہو جاتا ہے:

1۔ مکمل ترین سیرت:

نبی ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ سے متعلقہ واقعات کا مطالعہ اس وقت مزید دلچسپی کا باعث بن جاتا ہے جب یہ یقین ہو جائے کہ نبی ﷺ کی سیرت سب سے زیادہ معتبر اور مکمل ترین ہے، اس لئے ہمیں اپنے ہر قسم کے مسائل کی رہنمائی اسی سیرت سے ملے گی لہٰذا اس کا غور وخوض کے ساتھ مطالعہ کریں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے باپ، خاوند، سسر، بیٹا، لیڈر، امام، مجاہد، قاضی، معمار، منصف اور منتظم کی حیثیت سے کوئی ایسا میدان خالی نہیں چھوڑا جہاں آپ ﷺ کی مکمل رہنمائی اور مستند ترین سیرت سے رہنمائی نہ مل سکے۔ نیز آپ ﷺ ایسی جامع اور عالمگیر شخصیت کے حامل ہیں کہ اللہ تعالی نے جو کمالات وخصوصیات تمام انبیاء کو الگ الگ دیئے تھے وہ سب آپ ﷺ کی ذات مقدس کے ساتھ وابستہ کر دئے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

2۔ بہترین نمونہ:

آپ ﷺ کی سیرت میں سب سے بہتر عملی نمونہ ملتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے دانشور،

مفکر،خطیب، داعی،لیڈراور فلاسفرعمل سے خالی ہیں،مگرانبیائے کرام جو اپنی تعلیمات پرعمل کر کے دکھانے والی عظیم ہستیاں ہیں،ان کے مقابلہ میں بھی آپ ﷺ عملی اعتبار سے فائق ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہترین عملی نمونہ کسی اورکونہیں آپ ہی کو قرار دیا۔ارشاد ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ''(الاحزاب:21)

(بے شک تمہارے لیے رسول اللہ(کی زندگی)میں بہترین نمونہ ہے)

آپ ﷺ کا بچپن،لڑکپن،عہد شباب اور بڑھاپا لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے گزرا۔یتیمی ،غربت وافلاس کی زندگی،گلہ بانی،تجارت،ازدواجی زندگی،صاحب اولاد ہونا،بیٹیوں کی شادیاں،تبلیغ، ایذائیں جھیلنا،ہجرت،اہل ایمان کے معاشی ومعاشرتی مسائل حل کرنا،دین حق کے دشمنوں کی طرف سے مسلط کی گئی جنگوں کا سامنا کرنا،حکومت وریاست کی تشکیل، دشمنوں سے برتاو،عسکری قیادت، حکومت کی سربراہی، منصفی، معاہدے کرنا، معاشرے کی اصلاح، اندرونی سازشوں کا مقابلہ اوراہل ایمان کا بے مثال تزکیہ یہ سب آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہی مختلف پہلو ہیں۔زندگی کے ان سبھی پہلووں میں حضوراکرم ﷺ نے اعلی مثالیں قائم فرمائیں اوراللہ تعالی نے آپ ﷺ کی پوری زندگی مبارکہ کولوگوں کے لئے بہترین نمونہ قراردیا۔

3۔ شکوک وشبہات سے بالاترسیرت:

امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اس لیے بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت اورتعلیمات اپنی مکمل صورت میں محفوظ ہیں۔ابتدائے انسانیت سے لے کر آج تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے جتنے بھی انبیاءورسل اس دنیامیں تشریف لائے ان میں سے کسی کی سیرت،سوانح حیات،تعلیمات حتی کہ ان پرنازل ہونے والی الہامی کتاب بھی محفوظ نہیں رہیں۔یہاں تک کہ اس وقت مشہورومعروف الہامی اورعالمی مذاہب عیسائیت اور یہودیت کے پیروکار بہت زیادہ تعدادمیں ہیں ان کے پاس بھی اپنے انبیاءورسل کامستند اورشکوک وشبہات سے بالاتر ذخیرہ سیرت موجودنہیں ہے۔لیکن آنحضرت ﷺ وہ عظیم ہستی ہیں جن کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ غیرمعمولی طورپر محفوظ بھی ہےاورمستند بھی ہے۔

4۔ فہم قرآن میں معاون سیرت:

زمانہ جاہلیت کے عربی ادب کے ذریعے قرآن مجید کے معانی ومطالب کا صحیح تعین ممکن ہی

نہیں ہے، بلکہ قرآن کی صحیح صحیح تفہیم اوراس کے احکام پر عمل حضورﷺ کی سیرت کو جاننے پر موقوف ہے۔قرآن میں بہت سے احکام ایسے ہیں جو مجملاً بیان ہوئے ہیں، اگر سیرت رسول سے رہنمائی نہ لی جائے تو ان پر عمل ممکن نہیں۔مثلاً: واقعہ بدر، احد، خندق، معراج، صلح حدیبیہ، ارکان اسلام، پھوپھی زاد حضرت زینبؓ سے شادی کی حقیقت، تحویل قبلہ، وغیرہ کے تمام واقعات کو سمجھنے کے لئے سیرت کا مطالعہ کرنا پڑھتا ہے، پھر قرآن حکیم کے الفاظ، تراکیب اور جملوں کا جو مطلب اور مطلوب تھا، حضورﷺ نے اپنے قول وفعل سے اسے واضح فرمادیا، کسی کو ابہام یا اختلاف ہو تو سیرت طیبہ کی طرف رجوع کر کے وہ اسے دور کر سکتا ہے۔

5۔ محبت رسول کا تقاضا اور مطالعہ سیرت:

سیرتِ رسول اللہﷺ کا مطالعہ اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ ایمان اور اطاعت کا تقاضا ہے۔قرآن حکیم میں اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے اور حضورﷺ کا حکم ماننے کو ایمان کالازمی تقاضا باور کرایا گیا ہے۔ارشاد ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ'' (محمد 33:47)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو)

محبت رسول کا یہ لازمی جزو ہے کہ آپﷺ کے طرزِ زندگی سے واقفیت حاصل کی جائے۔ کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے انسان کو اس کی پسند و ناپسند، اس کے خاندان، اس کی اولاد، اس کی شادی، الغرض اس سے منسوب ہر قسم کا قول وفعل سننا وسنانا اچھا لگتا ہے۔

6۔ اخلاقیات کے زوال کا خاتمہ اور مطالعہ سیرت:

اخلاقی رویوں کا لوگوں کی شخصیات پر بڑا اثر مرتب ہوتا ہے اسی لئے اخلاق کی اصلاح و درستگی انسانیت کی بنیادی ضرورت رہی ہے اور تمام سلیم الفطرت انسان اس بات کے خواہشمند ہیں کہ انسانوں میں اخلاق رذیلہ کو اخلاق حسنہ کے ذریعے ختم کیا جائے، تو اس کا طریقہ کونسا اختیار کیا جائے گا اس مناسبت سے آپﷺ کی عملی زندگی اور سوانح حیات کا مطالعہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی تھی وہ اخلاقیات میں بہت ہی پستی اور ذلت کا شکار و مرکز بنا ہوا تھا مگر آپﷺ نے چند ہی سالوں میں اپنے اخلاق حسنہ کی بدولت عظیم انقلاب برپا کیا۔اس لیے کہ اعلیٰ اخلاق کا سب سے عمدہ نمونہ آپؐ ہی ہیں۔

انفرادی طور پر آپ ﷺ نے تمام اخلاق حسنہ مثلاً: صدق، امانت ورحم، عفوودرگزر، صبر وتحمل، جودوسخا، ایثار، خلوص وخیر خواہی، ایفائے عہد، عدل واحسان، نیکی میں تعاون، خدمت خلق وغیرہ کی تعلیم دی ہے اور رذائل اخلاق مثلاً: جھوٹ، خیانت، بد دیانتی، بے رحمی وسنگدلی، بخل، خودغرضی، حسد، غیبت، ظلم اور کسی بھی طریقے سے دوسرے کی تحقیر کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ عملی طور پر حسن خلق میں آپ ﷺ بے مثال تھے، بعثت سے پہلے ہی اپنے معاشرے میں صادق وامین کے طور پر معروف تھے نیز آپؐ کے اخلاق کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود خالق کائنات گواہی دیتا ہے: ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' (القلم:4)(بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہیں) آپ ﷺ کا اپنا فرمان ہے کہ ''اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ''(موطا امام مالک)(مجھ صرف اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ میں حسن اخلاق کی تکمیل کروں)

7۔ حقوق العباد کی پاسداری اور مطالعہ سیرت:

انسانی حقوق کی پاسداری کے ضمن میں جو تعلیم اور عملی رہنمائی سیرتِ طیبہ سے ملتی ہے کسی اور جگہ سے نہیں ملتی۔ آپؐ نے سوسائٹی کے کمزور اور ایسے طبقوں کو ساڑھے چودہ سو سال قبل وہ حقوق عطا کیئے جس کا آج کی ترقی یافتہ کہلانے والی دنیا، حقوقِ انسانی کو یقینی بنانے کے تمام تر دعوؤں کے باوجود تصور تک نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ نے بچوں، عورتوں اور غلاموں وغیرہ پر ظلم کا خاتمہ کر کے انہیں نہایت باعزت مقام دلوایا۔ عورتیں زمانہ جاہلیت ہی میں ظلم کا شکار نہ تھیں، آج بھی ظلم کی چکی میں پس رہی ہیں۔ انہیں جائیداد میں حصہ نہیں دیا جاتا۔ تشدد وبدسلوکی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دلوائے۔ بچوں کے قتل کو سختی سے روکا۔ غلاموں کو بھائیوں کا درجہ دیا اور اس سلسلہ میں نہایت اعلیٰ عملی مثالیں پیش کیں۔

آج انسانی حقوق اور ان کی پاسداری کا بڑا شور ہے لیکن عملاً کمزور طبقات بری طرح ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اگر عالم انسانیت کو واقعی انسانی حقوق کو یقینی بنانا اور اس سلسلے میں واقعی عملی اقدامات کرنا ہیں تو لازم ہے کہ وہ سیرتِ رسول ﷺ سے رہنمائی لے۔

8۔ بدامنی کے خاتمے اور امن وسکون کے قیام کے لئے مطالعہ سیرت:

آج کل بدامنی، دہشت گردی اور وحشت کا دور دورا ہے۔ دنیا محبت، پیار، رحم وکرم اور سکون کی شدید پیاسی ہے۔ ہمیں سخت ضرورت ہے کہ ہم سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تا کہ معلوم ہو کہ نفرتوں، ظلم و

ستم اور بدامنی کا خاتمہ کر کے محبت اور شفقت کے پھول حقیقی معنی میں کس طرح کھلائے جاسکتے ہیں۔ انسانیت نے اگر اپنی دنیا کو واقعی گل وگلزار بنانا ہے تو انہیں چاہیے کہ رحمت عالم ﷺ کی رحمت بے پایاں کے نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے غلاموں، کافروں، یتیموں محتاجوں، جانوروں اور عورتوں پر شفقت امیز رویہ برتیں۔

پوری انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ 23 سال کے قلیل عرصے میں جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی کسی قوم کے عقائد واخلاق اور اعمال میں یوں انقلاب عظیم برپا ہوگیا ہو۔ اس لئے آج بھی جہالت و بدامنی کے خاتمے اور امن وسکون کے قیام کے لئے سیرت طیبہ کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔

9۔ عصر حاضر کے مسائل کا تقاضا اور مطالعہ سیرت:

دور حاضر کا انسان دہشت گردی، قتل وغارت گری، ڈاکہ زنی، فراڈ، بلیک میلنگ، سود، فرقہ بندی، انتشار وانارکی جیسے پیچیدہ مسائل کا شکار ہے۔ یہ مسائل اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ علماء اور مذہبی اسکالرز آپ کی سیرت کے تمام پہلوؤں کا انتہائی باریک بینی اور تحقیقی انداز میں جائزہ لیں تاکہ دنیا کے سامنے ان مسائل کے پرامن حل پیش کئے جاسکے، آپ کی سیرت جہاں اقوام عالم کے لئے رحمت ونجات کا ذریعہ ہے۔ وہاں عصر حاضر کے مسائل کا بے پناہ خزینہ بھی ہے۔

10۔ اقلیتوں سے حسن سلوک اور مطالعہ سیرت:

دور حاضر میں گلوبلائزیشن کے تحت امت مسلمہ کے غیر مسلموں اور غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ تجارتی وسفارتی تعلقات قائم ہیں مگر ایک باعمل مسلمان کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ ان سے کس طرح کا رویہ روا رکھے، سیرت کے مطالعہ سے یہ مشکل حل ہوتی نظر آتی ہے، رسول اکرم ﷺ نے عمرو بن ربیعہ کو اپنا سفیر بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کی حفاظت کے لئے حکمران کو پناہ دینے پر آمادہ کریں حالانکہ عمرو بن امیہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔اس طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے شہر میں یہودی رہتے تھے۔اگر ان کے ہاں کوئی بچہ بیمار ہوجاتا تو آپ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اگر یہودیوں کا جنازہ گلی سے گزرتا تو احتراما کھڑے ہوجاتے تاکہ ایک طرح سے ان کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ فرمائیں۔

11۔ حریت، اتحاد واتفاق اور خوشحالی کی ضامن:

آج دنیا پریشانیوں کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اس کی وجہ وہ اقتصادی، سماجی اور سیاسی نظام ہیں جو انسانوں کے وضع کردہ ہیں اور ان میں مخصوص طبقات کے افراد نے اپنے اثر ورسوخ کی بدولت اپنے فائدے کی شقیں شامل کر رکھی ہیں، موجودہ دور کا انسان سکون چاہتا ہے خوشحالی، اتحاد و اتفاق اور حریت کا متلاشی وطلب گار ہے، یہ نعمتیں اسے صرف اور صرف سیرت رسول ﷺ سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں، جب نظام مصطفیٰ جاری وساری تھا تو اس وقت خلیفہ وقت سے عام انسان بھی پوچھ گچھ کر سکتا تھا اور پوری مملکت میں کوئی انسان، مظلوم، بھوکا اور تباہ حال نظر نہ آتا تھا اور انسانوں کو محض روٹی اور رہائش کی طلب نہ تھی بلکہ ان سب سے ہٹ کر اس کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کی رضا تھا، آج بھی نسل انسانی کے اتحاد، آزادی اور خوشحالی کا کوئی ضامن ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف سیرت محمدی ہے۔

12۔ دشمنان اسلام کے متعصبانہ رویے اور اعتراضات کا جواب:

دشمنان اسلام نے آپ ﷺ کی زندگی اور سیرت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ کی شخصیت کو داغ دار کر دیا جائے، اس لئے جب تک مطالعہ سیرت نہ ہو انسان گمراہ ہو سکتا ہے اور آپ ﷺ کی شخصیت سے دور ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ ﷺ کی سیرت کا تحفظ اور ان کے اعتراضات کا جواب دینا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، آج بھی مغربی تہذیب اور یہاں کے راہ راست سے ہٹے ہوئے حضرت محمد ﷺ اور قرآن وحدیث پر حملہ آور ہیں اور مغربی ومشرقی قلمکار آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور احادیث کے بارے شکوک وشبہات پھیلاتے رہتے ہیں، ان کا جواب تب ہی ممکن ہوگا جب خود سیرت کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا ہوا ہوگا۔ اس لئے معاندین اسلام کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے سیرت کا مطالعہ بہت ضروری اور اہمیت کا حامل ہے۔

اقامت دین کا نبوی طریق

اقامت دین کے نبوی طریق کا مفہوم:

اقامت کا معنی ہے قائم کرنا، نافذ کرنا، غالب کرنا، نشر و اشاعت کی کوشش کرنا وغیرہ تو اقامت دین کا مفہوم ہوا دین کو نافذ کرنا، دین کو قائم کرنا، دین کی نشر و اشاعت کی کوشش کرنا وغیرہ۔

تو سوال میں موجود پورے جملے ''اقامت دین کے نبوی طریق'' کا مفہوم یہ ہے کہ دین اسلام کو بقیہ تمام الہامی و غیر الہامی مذاہب پر غالب کرنے یا لوگوں میں اس دین اسلام کو نافذ کرنے کا وہ طریقہ کار جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنایا تھا جس کی بدولت دین اسلام کی نشر و اشاعت میں دن بدن بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا گیا اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ گیا۔

دین کے غلبہ، فوقیت، قیام اور نشر و اشاعت کو نبی ﷺ نے مختصر وقت میں کس طریقہ سے غالب اور عالمی دین بنا دیا کہ اس دین کے تمام پہلو مثلاً: عقائد، عبادات، عائلی معاملات، اخلاقیات، سیاست اور معیشت میں دین اسلام متعارف ہو گیا اور ہر کوئی اسی سے رہنمائی کا خواہشمند بن گیا۔ تو اس طریقہ کو سمجھنے کہ لئے حسب ذیل اہم نکات کا مطالعہ ضروری ہے۔

واضح رہے کہ کوئی بھی دین جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہو، اس کے تمام مسائل پر عمل کرنا ممکن ہو اور اس کا کوئی حکم غیر معقول یا انسانی بساط سے باہر نہ تو وہ مقبولیت اور نفاذیت کی سہولت کے پیش نظر اقامت دین میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اقامت دین کے جو طریقے آپ ﷺ نے اپنائے وہ درج ذیل ہیں:

1۔ اشاعت اسلام و تعلیم کا انتظام:

آپ ﷺ کی حکمت عملی اور قیام دین کی کاوشوں میں سب سے زیادہ اہمیت اشاعت اسلام و تعلیم کو حاصل تھی۔ اس لئے آپ ﷺ ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اسلامی ریاست کی حدود میں تعلیم و تبلیغ کا ایک مربوط اور مسلسل انتظام تھا، آپ ﷺ نے حضرت سعید بن العاص ؓ کو لکھنے پڑھنے پر مامور کیا تھا، صفہ ایک باقاعدہ درسگاہ تھی، جہاں مقیم طلباء کے علاوہ عام شہری بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضور ﷺ عام قبائل میں دینی تعلیم کے لئے لوگوں کو بھیجتے تھے، عہد نبوی ﷺ کے اختتام پر اسلامی ریاست خاصی وسعت اختیار کر گئی تھی، گویا اقامت دین کے لئے نبی کریم ﷺ نے جس

طریقوں کو اپنایا تھا ان میں سے ایک تعلیم وتعلم کی نشرواشاعت کا طریقہ ہے تا کہ دین اسلام کے پیروکار پڑھے لکھے ہوں اور وہ مزید قیادت وامامت کی ذمہ داریوں کو اچھے طریقے سے سنبھالنے کے اہل ہوں۔

2۔ عقائد وعبادات کی درستگی:

نبی کریم ﷺ نے اقامت دین کے لئے عقائد وعبادات کی درستگی پر بہت زور دیا ہے کیونکہ درست عقائد دراصل درست اعمال ہی کا پیش خیمہ ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ دین کے سب سے بڑے اور مضبوط دوستونوں میں سے ایک ستون درست عقائد اور دوسرا ستون درست اعمال ہیں۔آپ ﷺ نے مکی زندگی کے تیرہ سال میں عقائد کی درستگی اور دس سالہ مدنی زندگی میں عبادات کی درستگی وادائیگی پر بہت زور دیا جس کے نتیجہ میں مدینہ جیسی اسلامی ریاست کے مسلمان باشندے عقائد اور عبادات میں ایسے قابل ستائش افراد تھے کہ لوگ ان کے کردار کو دیکھ کر ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔گویا نبی کریم ﷺ نے اقامت دین کے لئے ایک طریقہ عقائد کی درستگی کا بھی اپنایا۔

3۔ احترام آدمیت:

نبی اکرم ﷺ نے اقامت دین کی خاطر ایک طریقہ یہ استعمال کیا کہ احترام انسانیت کا شعور اجاگر کیا اور لوگوں کو جب اشرف المخلوق ہونے اور انسانی جان کی قدرو قیمت کا اندازہ ہوا تو اس کی بدولت بھی دین کی اقامت اور نشرواشاعت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔مثلا بالخصوص جنگوں میں آپ ﷺ نے کشت وخون سے گریز کی پالیسی پر عمل کیا۔ بے جا تشدد کا کوئی موقع نہیں آنے دیا۔ آپ ﷺ نے ملک کے دفاع ، دین کے قیام اور اسلام کی سربلندی وعظمت کے لئے جنگیں بھی لڑیں لیکن یہ جنگیں بھی عام جنگوں سے مختلف نوعیت کی تھیں۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ کے بقول ’’عہد نبوی میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔جس میں یقیناً کئی ملین آبادی تھی۔ان فتوحات میں دشمن کا ماہانہ ایک آدمی قتل ہوا۔اسلامی فوج کا نقصان اس سے بھی کم ہے۔

4۔ معاشرتی پاکیزگی:

آپ ﷺ کے اقامت دین کا ایک منہج یہ ہے کہ لوگوں کی معاشرتی زندگی کی پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے۔مثلاً ابتدائی ایام میں آپ ﷺ نے یہودیوں کے وجود کو برداشت کیا۔لیکن وہ جلد ہی اپنی سازشوں کی وجہ سے بے نقاب ہوگئے۔اسی طرح مشرکین ومنافقین بھی مسلم معاشرے کا حصہ

تھے۔آپ ﷺ نے بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی معاشرے کو جب تک ان عناصر سے پاک نہیں کیا جاتا، اس وقت تک استحکام نہیں ہوسکتا اور نہ ہی خالص اسلامی معاشرہ پروان چڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے مدینہ طیبہ کو یہودیوں سے پاک کیا۔

قرآن پاک نے آپ ﷺ کے اس عمل کو اس انداز میں پیش کیا: ''لَوْ لَا كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ''(الحشر:3)(اور اگر اللہ ان کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں ہی سزا دیتا اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب تیار ہے)

5۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے نفوس میں عقائد، عبادات، شرف انسانی اور معاشرتی اصلاح سے وابستہ احکام ومسائل کی اصلاح کرنے کے بعد دین اسلام کے پیروکاروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا، اقامت دین کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر نیکی کی اشاعت اور برائیوں کی روک تھام کی کوشش انتہائی ضروری بلکہ فرض قرار دی گئی، یعنی آپ ﷺ نے خود اقامت دین کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ اپنے پیروکاروں کو بھی اسی منہج پر تیار کیا کہ وہ بھی اقامت دین میں اپنا کردار ادا کریں۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: ''تم میں سے جو برائی کو دیکھے تو وہ ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے اگر وہ ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل سے برا سمجھے، یہی ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''

6۔ مستحکم ریاست کا قیام:

عملاً دین کے قیام کے لئے لازمی ہے کہ افرادِ معاشرہ کے پاس ایک منظّم ومضبوط ریاست ہو جو مرکز کی حیثیت سے ہو اور وہاں سے دین کے احکام جاری کئے جائیں۔آپ ﷺ نے مدینہ جیسی ریاست بطور مثال لوگوں کے سامنے رکھ دی جس سے اقامت دین میں معاونت ملی، شہری ریاست کو اندرونی خلفشار سے بچانے اور اسے استحکام بخشنے کے لئے آپ ﷺ نے مسلسل تدابیر کیں۔مثلاً مواخات مدینہ اور میثاق مدینہ کے علاوہ قریبی قبائل سے معاہدے کئے۔اس طرح مدینے کے گردونواح میں دوستی کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں کمی ہوتی چلی گئی۔ جو کہ اقامت دین کے لئے ضروری ہے۔

7۔ باہمی تعاون اور اخوت کا فروغ:

اقامت دین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی ریاست کے رہنے والے افراد کے مابین اخوت کی فضا قائم ہو اور وہ ایک دوسرے کی خوشی وغمی کو اپنا سمجھیں، وہ لوگوں کی پریشانیوں کو اپنی پریشانی سمجھ کر اس کے ازالہ کی ہر ممکن کوشش کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مومنوں کی آپس میں مثال ایک جسم کی مانند ہے جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے''

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان جو رشتہ اخوت قائم کیا وہ ایک تاریخی مثال ہے۔ آپ ﷺ نے اخوت اور باہمی تعاون کے نظام کی بنیاد رکھ کر اقامت دین کے فروغ کی کوشش کی۔

8۔ قیام عدل ومساوات:

معاشرے کے وجود کی بقاء کے لئے عدل وانصاف اور مساوات کو فروغ دینا انتہائی ضروری ہے، عدل وانصاف کی بجائے ظلم کو روا رکھنا اور مساوات کے فروغ کی بجائے نسلی، مذہبی، قومی، نسبی، مالی، تعلیمی، شہری اور دیہاتی ہونے کی بنیاد پر معاشرے کے افراد کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے سے معاشرے کا امن وسکون تباہ وبرباد ہو جاتا ہے اور ان میں نفرت جنم لیتی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہر سطح پر عدل وانصاف اور مساوات کو فروغ دیا ہے کیونکہ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ اقامت دین کے لئے یہ ایک لازمی جز ہے اس کے بغیر اقامت دین ناممکن ہے۔

قیام عدل اور مساوات کو فروغ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فیصلوں میں حائل رکاوٹیں مثلاً: سفارش، تعلق داری، حسب ونسب، وڈیرہ پن وغیرہ کو ختم کرنے کے لئے قبیلہ بنو مخزوم کی فاطمہ نامی عورت کی چوری کے فیصلہ کی سزا سناتے ہوتے فرمایا تھا: تم سے پہلی اقوام صرف اسی لئے تباہ وبرباد ہوئیں کہ جب کوئی اثر ورسوخ والا جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے تاویلیں دے کر بچایا جاتا اور اگر کوئی غریب جرم کرتا تو اسے قاعدے کے مطابق سزا دی جاتی تھی، بخدا اگر اس کی جگہ فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

9۔ محاسن اخلاق کا فروغ:

اقامت دین کے لئے نبی کریم ﷺ نے محاسن اخلاق کو بھی فروغ دیا ہے، حُسن اخلاق ایک جامع لفظ ہے جس کے تحت ہر وہ نیک خصلت آتی ہے جس سے انسان کے کردار میں حسن آتا ہے مثلاً:

دیانتداری، ایفائے عہد، سچائی، عدل وانصاف، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، خوش کلامی، حلم وبردباری، شرم وحیاء، نرمی ورحم دلی، تواضع وانکساری، سادگی وقناعت، شجاعت واستقلال، اور سخاوت ہے اور حقیقت میں یہی وہ اوصاف ہیں جو کسی مسلمان کو اپنی زندگی میں پیدا کرنے کا حکم اللہ اور رسول کی طرف سے دیا گیا ہے۔

اسی مناسبت سے اخلاق حسنہ کے داعی اعظم نے اپنی بعثت کا ایک مقصد یوں بیان فرمایا:

"بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ" (موطا امام مالک)

(میں تو اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں)

مزید فرمایا:

"اِنَّ مِنْ اَخْيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلاقاً" (متفق علیه)

(تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں)۔

آپ ﷺ کے اخلاق کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ خود خالق کائنات فرماتے ہیں:

"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (القلم(68):4)

(بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہیں)۔

یہی وہ اخلاقی اقدار ہیں جن کا اظہار حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سامنے آپ ﷺ کے تربیت یافتہ نوجوان اور چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ نے کیا تھا جس کا مفہوم یہ ہے: (اے بادشاہ ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسائیوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے۔ اس دوران ہم میں اللہ نے ایک رسول بھیجا ہم اس کے نسب، اس کی سچائی، امانت اور پاک دامنی کو جانتے ہیں، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کی توحید کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور ہمارے آباؤ اجداد کی مانند پتھروں اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، امانتیں ادا کریں، صلہ رحمی سے کام لیں، ہمسائیوں سے حسن سلوک کریں اور حرام کاریوں سے رک جائیں)

10۔ رذائل اخلاق کی روک تھام:

سرور دو عالم ﷺ نے اقامت دین کے لئے محاسن اخلاق کے مقابلے میں جن چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے وہ بھی اسی لئے ہے تاکہ قیام دین کو مثبت اور منفی ہر دو اعتبار سے موثر بنایا جا سکے۔ دین کی اقامت اور اس کے وجود کے برقرار رہنے کے لئے ضروری ہے کہ رذائل اخلاق سے پرہیز کیا

جائے۔

رذائل اخلاق سے مراد وہ برائیاں ہیں جو ایک آدمی کے اخلاق کو بگاڑتی ہیں اور افراد کے اخلاق کو برباد کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کر دیتی ہیں، مربی اعظم ﷺ نے معاشرے کے امن وسکون کی خاطر نوجوانوں کی تربیت کرتے ہوئے انہیں اخلاق رذیلہ مثلاً: جھوٹ، چغلی، غیبت، بدگمانی، تلاش عیب، بغض وحسد، قطع تعلقی، خیانت، وعدہ خلافی، ظلم وستم، خود غرضی، بد کلامی، بے حیائی، تکبر وغرور، تکلف، بخل اور ریاء کاری کی سنگینیت کا تعارف کرواتے ہوئے اس سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں مدینہ کہ ایک نوجوان تاجر کا تذکرہ ملتا ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں میں کچھ تری محسوس کی تو فرمایا:

"مَا هَذا يَا صَاحِبُ الطَّعَامِ ؟قَالَ: اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا"

(یہ کیا؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بارش کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو پھر اس بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہ کر دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)

مذکورہ حدیث میں دھوکہ کی مذمت کرتے ہوئے نوجوان کی تربیت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جس پر محبت اور خیر خواہی کی فضا چھائی رہتی ہے اور جس کے افراد پر نیکی، سچائی اور وفاداری کا غلبہ ہوتا ہے، چنانچہ ایسے معاشرہ میں دغا باز، دھوکہ باز، فریب کار، مکار و چالباز، ناشکرے اور غدار شخص کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس دور کے مطابق جس طرح بھی ممکن ہو سکا اور جو وسائل بھی میسر ہو سکے ان کو اپنی پوری استطاعت کے مطابق استعمال کرتے ہوئے دین اسلام کے قیام، نشر واشاعت، غلبہ، فوقیت کی ہر ممکن کوشش کی اور پھر بطور شہادت خطبہ حج کے موقع پر صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر ان کو گواہ بنایا کہ کیا میں نے تمہیں اللہ کا کامل دین پہنچا دیا ہے اور اس کا حق ادا کر دیا ہے؟ تو صحابہ کرام نے یکجا زبان ہو کر جواب فرمایا کہ بالکل آپ نے دین ہم تک پہنچا بھی دیا ہے اور اس کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔